# مسیحی عقیدہ تثلیث پر ایک نظر

عبد المالک ملتانی

مسلمان یہ محکم اور ٹھوس عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اس کی ذات وصفات، افعال وکمالات، جلال وجمال اور کسی خوبی میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ﴿الصَّمَدُ﴾ (بے نیاز) ہے۔ ساری کائنات اس کی محتاج ہے، مگر وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ ازلی اور ابدی ہے۔ نہ اس کی ابتداء ہے، اور نہ اس کی انتہا۔ اس پر موت وفناطاری ہو سکتی ہے اور نہ اونگھ اور نیند۔ نہ اس کی کوئی ماں ہے اور نہ باپ۔ نہ ہی اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اولاد۔ وہ ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ ہے۔

اس کے برعکس مسیحیت اس کلیہ کی قائل اور اس کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتی ہے کہ خدائی کے تین اجزاء ہیں، جن کو وہ اقانیم ثلاثہ کہتے ہیں۔ (باپ، بیٹا اور روح القدس) اور بعض کے نزدیک بجائے روح القدس کے مریم علیہا السلام بھی اقانیم کا ایک جزء ہیں۔ ان تینوں سے مل کر جمہوری نظام اور پارلیمنٹ کی طرح اُلوہیت اور خدائی نظام چلتا ہے اور باجودیکہ ان میں سے ہر ایک کی ذات جدا اور الگ ہے اور ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ہے، مگر تینوں کچھ ایسے انداز سے ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہیں کہ یہ توحید کے منافی بھی نہیں اور «التوحيد في التثليث والتثليث في التوحيد» کہ ایک تین اور تین ایک کی لاینحل چیستان اور نرالہ معمہ خود پادری صاحبان کی سمجھ سے بالاتر ہے اور وہ بے چارے خود اس کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ نقلاً اور عقلاً ہر لحاظ سے سراسر باطل اور بالکل بے بنیاد ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اتمام حجت کے لیے نقل کو صرف کتاب مقدس بائبل تک محدود رکھیں تاکہ دنیائے مسیحیت کو بھی سوچنے سمجھنے کا موقع ملے اور ٹھنڈے دل کے ساتھ وہ اس پر غور کر سکیں کہ وہ کن بھول بھلیوں میں مبتلا ہو کر خالص شرک کو توحید کا نام دے کر اپنی عاقبت ضائع اور برباد کر رہے ہیں۔ بائبل میں کہیں بھی تثلیث کا لفظ اور اس کا عقیدہ رکھنا یا ایک تین اور تین ایک کا ذکر نہیں آیا۔ بخلاف اس کے آج کی محرف بائبل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خداوند صرف اکیلا اور واحد خدا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

عہد نامہ عتیق (پرانے) میں توحید باری تعالیٰ کا اس طرح اقرار کیا گیا کہ ''رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ: ''میں ہی اول ہوں، اور میں ہی آخر ہوں، اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔'' (یسعیاہ، ۴۴:۶)

''سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔'' (استثناء، ۶:۴)

''کیونکہ خداوند کے سوا اور کون خدا ہے؟'' (سموئیل ۲، ۲۲:۳۲)

''کیا ایک ہی خدا نے ہم سب کو پیدا نہیں کیا؟'' (ملاکی، ۲:۱۰)

''اے خداوند! تیرا کوئی نظیر نہیں۔'' (یرمیاہ، ۱۰:۶) ''تیرا ہمتا کوئی نہیں'' (یرمیاہ، ۱۰:۷)

نئے عہد نامہ میں یسوع علیہ السلام کہتا ہے کہ: ''اے اسرائیل! سن خداوند، ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔'' (مرقس، ۱۲:۲۹)

''تم جو ایک دوسرے سے عزت چاہتے ہو، اور وہ عزت جو خدائے واحد کی طرف سے ہوتی ہے، نہیں چاہتے کیونکر ایمان لاسکتے ہو؟'' (یوحنا، ۵:۴۴)

''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح علیہ السلام کو جسے تو نے بھیجا ہے، جانیں۔'' (یوحنا، ۱۷:۳) ''یسوع علیہ السلام نے اس سے کہا: اے شیطان! دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔'' (متی، ۴:۱۱)

عجیب بات ہے کہ بائبل میں اس کا بھی ذکر موجود ہے کہ یسوع مسیح علیہ السلام جو اقانیم ثلاثہ کا ایک جزء ہیں، پر تھوکا بھی جاتا ہے اور ان سے ٹھٹھا بھی کیا جاتا ہے اور وہ اس ذلت اور رسوائی کو برداشت بھی کرتے ہیں، مگر ان کی الوہیت اور خدائی کو ذرا بھی جوش نہیں آتا کہ اپنے دشمنوں اور موذیوں کا بیڑا ہی غرق کر دیتے اور اپنے آپ کو اس سزا سے بچا لیتے۔ انصاف سے فرمایئے کہ جب وہ اپنے لیے بچاؤ کا انتظام نہ کر سکے اور بالآخر بقول مسیحیت مصلوب ہو گئے تو مسیحیوں کے لیے بھلا وہ کیا اور کیونکر انتظام کر سکتے ہیں؟

چنانچہ (انجیل متی، باب: ۲۶، آیت: ۱۴، ۱۵، ۱۶) میں ہے کہ: ''اس وقت ان بارہ میں سے ایک نے جس کا نام یہوداہ اسکریوتی تھا، سردار کاہنوں کے پاس جاکر کہا کہ اگر میں اسے (یسوع علیہ السلام) کو تمہارے حوالے کر دوں تو مجھے کیا دو گے؟ انہوں نے اسے تیس روپے تول کر دیے اور اس وقت سے اسے پکڑوانے کا موقع ڈھونڈنے لگا۔'' چنانچہ انجیل مرقس اور متی میں بھی لکھا ہے کہ یسوع علیہ السلام نے گرفتار ہونے والی رات شاگردوں کو جاگنے اور دعا کرنے کا حکم دیا مگر وہ پطرس سمیت سوئے رہے۔ (متی، ۲۶: ۴۱ تا ۴۲، مرقس، ۱۴: ۳۷ تا ۴۲) آخر اسی مایوسی کے عالم میں ہی تھے کہ ''فی الفور یہوداہ جو ان بارہ میں سے تھا، اور اس کے ساتھ ایک بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لیے ہوئے سردار کاہنوں اور فقیہوں اور بزرگوں کی طرف سے آپہنچی اور اس کے پکڑوانے نے انہیں یہ نشان دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں، وہی ہے۔ اسے پکڑ کر حفاظت سے لے جانا۔ وہ آکر فی الفور اس کے پاس گیا اور کہا: اے ربی! سلام۔ اور اس کے بوسے لیے۔ یسوع علیہ السلام نے اس سے کہا: میاں! جس کام کو آیا ہے، وہ کرلے۔ اس پر انہوں نے پاس آکر یسوع علیہ السلام پر ہاتھ ڈالا اور اسے پکڑ لیا۔ (متی، ۲۶: ۴۸ تا ۵۰، مرقس، ۱۴: ۴۴، ۴۵، لوقا، ۲۲: ۴۷، ۴۸) جب یسوع مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرلیا گیا تو آسمانی باپ کی مرضی پر چلنے والے یسوع علیہ السلام کے ''سب کے سب شاگردان کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔'' (متی، ۲۶: ۵۶) ''ایک اپنی چادر چھوڑ کر ننگا ہی بھاگ نکلا۔'' (مرقس، ۱۴: ۵۶) اور پھر پطرس نے بھرے مجمع میں حلفیہ بیان دیا کہ میں تو مسیح ناصری علیہ السلام کو جانتا تک نہیں، چنانچہ لکھا ہے کہ: ''اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے، انہوں نے پطرس کے پاس آکر کہا: بے شک تو بھی ان میں سے ہے، کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس پر وہ لعنت کرنے لگا اور قسم کھائی کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔'' (متی، ۲۶: ۷۲ تا ۷۴، مرقس، ۱۴: ۷۰، ۷۱، لوقا، ۲۲: ۵۴ تا ۶۱) یہ تھا وہ پیارا اور آسمانی باپ کی مرضی پر چلنے والا شاگرد جو جھوٹی قسم کے علاوہ لعنت کرنے پر بھی اتر آیا۔ جس نے بالآخر اس پر عمل کرکے یسوع علیہ السلام کی شناخت سے رہائی حاصل کی اور جن لوگوں نے

یسوع مسیح علیہ السلام کو گرفتار کیا تھا، انہوں نے ان کی انتہائی تحقیر و تذلیل بھی کی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "انہوں نے اسے ارغوانی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور اسے سلام کرنے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ! آداب! اور وہ اس کے سر پر سرکنڈا مارتے اور اس پر تھوکتے اور گھٹنے ٹیک ٹیک کر اسے سجدہ کرتے رہے۔ (مرقس، ۱۵:۱۷تا۱۹، متی، ۲۷:۲۸تا۳۰) اور جو آدمی یسوع علیہ السلام کو پکڑے ہوئے تھے، اس کو ٹھٹھوں میں اڑاتے اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے کہ نبوت سے بتا، تجھے کس نے مارا؟ اور انہوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اس کے خلاف کہیں۔ (لوقا، ۲۲:۶۳تا۶۵)

یہ ساری کاروائی یسوع مسیح علیہ السلام کے آسمانی باپ کی مرضی پر چلنے والے جانثار شاگرد ماتھے پر ٹکی ہوئی دو آنکھوں سے دیکھتے رہے، مگر ان کی غیرتِ ایمانی میں بالکل جنبش پیدا نہ ہوئی اور نہ انہوں نے اپنے محترم استاد کے لیے کسی قسم کی کوئی قربانی ہی دی، حتیٰ کہ بعض تو ان کی جان پہچان اور شناخت سے بھی قسم اٹھا کر بیزار ہو گئے اور الٹا لعنت کرنے پر اتر آئے۔ یہ وہی شاگرد ہیں جن کو یسوع مسیح علیہ السلام نے ماں، بہن اور بھائی کہا تھا۔ (متی، ۱۲:۴۹، ۵۰) اور ان کی وجہ سے اپنی حقیقی والدہ اور مفروض بھائی سے بات کرنا بھی گوارا نہ کی، مگر افسوس! کہ آڑے وقت وہ بھی کام نہ آئے اور یسوع علیہ السلام کو پکڑا کر ہی دم لیا اور سب شاگرد بھاگ نکلے۔

بہر حال جب یہودی یسوع مسیح علیہ السلام کو پکڑ کر مصلوب کرنے کے لیے لے گئے تو وہ چِلّا چِلّا کر اپنے خدا کو پکارنے لگے اور اس سے مدد کی درخواست کی" اور منہ کے بَل گر کر یہ دعا کی کہ اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔" (متی، ۲۶:۳۹) "اور تیسرے پہر کے قریب یسوع علیہ السلام نے بڑی آواز سے چِلّا کر کہا: «ایلی ایلی لما شبقتنی» یعنی "اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" (متی، ۲۷:۴۶، مرقس، ۱۵:۳۴)

ان تمام واضح اور صریح آیات میں واحد اور اکیلے خدا کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے اور اس آخری حوالے سے صاف طور پر یہ بات واشگاف ہو جاتی ہے کہ یسوع مسیح علیہ السلام خدا نہ تھے، ورنہ وہ خدا ہو کر مصلوب ہوتے وقت کسی دوسرے خدا کے سامنے دامنِ سوال اور دستِ دعا کیوں پھیلاتے اور خدا ہو کر بقولِ مسیحیت مصلوب کیوں ہوتے؟

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر خدا اور مسیح میں پورا اتحاد اور یگانگت تھی تو جب یسوع مسیح علیہ السلام مصلوب ہوئے تو ساتھ ہی خدا بھی مصلوب ہو گیا۔ حالانکہ خدا غالب ہوتا ہے، مغلوب کبھی نہیں ہو سکتا۔ تو اب مسیحیت خدا کے وجود سے محروم ہو گئی اور اگر خدا اور یسوع علیہ السلام ذات کے لحاظ سے الگ الگ اور جدا جدا تھے تو پھر ایک تین اور تین ایک یعنی «التوحید في التثلیث اور التثلیث في التوحید» کی رَٹ جو دنیائے مسیحیت لگائی ہے، بالکل باطل ہو گئی۔

پھر یہ بات بھی سوچنے کے لائق ہے کہ جب یسوع مسیح علیہ السلام کی ولادت نہیں ہوئی تھی تو کیا اس وقت خدا کی خدائی ناقص اور ناتمام تھی؟ کیونکہ ایک اقنوم اور خدائی جزو تو ابھی پیدا نہیں ہوا تھا، پھر تکمیلِ خدائی کیسی؟ اور اس طرح مریم علیہا السلام یا روح القدس کے اس عالمِ وجود میں آنے سے پہلے کیا خداوند کی خدائی نامکمل تھی؟ اگر نامکمل تھی تو خداوند نے زمین، آسمان اور دیگر کائنات کیسے پیدا کر لی؟ بلکہ اس ناقص اور ناتمام خداوند نے (العیاذ باللہ) روح القدس، مریم علیہا السلام اور یسوع مسیح علیہ السلام کو کیسے پیدا کر لیا؟ اور اگر اس کی خدائی اس وقت بھی کامل اور مکمل تھی اور وہ تمام اختیارات کا مالک تھا اور اس نے اسی قدرت اور اختیار سے سب کائنات کو پیدا کیا تو پھر اس کی خدائی روح القدس، مریم علیہا السلام اور یسوع مسیح علیہ السلام کی محتاج کیوں ہو گئی؟ اور اس احتیاج کی ضرورت اور حاجت کیا پڑی؟ اور کیوں پڑی؟ اور پھر اقانیم ثلاثہ میں سے یسوع مسیح علیہ السلام کو تو مصلوب کیا گیا (بقولِ مسیحیت) اور مقدس مریم علیہا السلام "سچ مچ خدا کی ماں" (مسیحی تعلیم، صفحہ: ۲۷، شائع کنندہ: پنجاب ورنیکلر کیتھولک سوسائٹی، لاہور) انتقال کر گئیں تو فرمایئے کہ اب اکیلا خداوند بندوں کے کیا کام آئے گا؟

دوسرے دن جب وہ (یسوع علیہ السلام) بیت عنیہ سے نکلے تو اسے بھوک لگی اور وہ دور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے، دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے مگر جب اس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا۔ اس نے اس سے کہا: آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے اور اس کے شاگردوں نے سنا۔ (مرقس، ۱۱:۱۲تا ۱۴)

غور فرمایئے! کہ خدا تو ایسا ہونا چاہیے کہ اسے بھوک بھی ستائے اور سیر شکمی کے لیے وہ بے قرار بھی ہو اور انجیر کے درخت پر لپک کر وہ آتشِ جوع بجھانے کے لیے جائے بھی لیکن اس خدا کو یہ بھی معلوم نہیں کہ انجیر کا تو موسم ہی نہیں، پھر بھلا انجیر کا پھل کہاں سے دستیاب ہو گا؟ اور جب وہ قریب پہنچتا ہو تو انجیر کے پتوں کے سوا اسے کچھ نظر نہ آتا ہو اور وہ بے چارے، بے قصور انجیر کے درخت پر اتنا رنجیدہ ہوا کہ اس کے حق میں بد دعا کرتا ہو کہ آئندہ تجھ سے کوئی پھل نہ کھائے اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب ماجرا شاگرد دیکھتے اور سنتے ہوں۔

ازروئے انصاف و دیانت یہ سوچیں کہ ایسے خدا کے سپرد اگر دنیا کا نظام کر دیا جائے اور اس سے امیدیں وابستہ رکھی جائیں تو دنیا کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہو گا، جو خود یہ نہیں جانتا کہ آیا انجیر کا موسم ہے بھی یا نہیں؟ یہ خدائی کیا کرے گا؟

اہل اسلام کا کیا ہی مبنی بر انصاف عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور ان کی والدہ محترمہ پاک اور صالحہ عورت تھی۔ خدائی صفات سے وہ ہرگز متصف نہ تھے بلکہ انسانی تمام لوازمات ان کے ساتھ بھی تھے اور وہ دونوں کھانا بھی کھایا کرتے تھے۔ ﴿كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ [المائدۃ: ۷۵] جبکہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس کی قدرت ذرہ ذرہ میں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ”اور تاثیریں بھی طرح طرح کی ہیں، مگر خدا ایک ہی ہے، جو سب میں ہر طرح کا اثر پیدا کرتا ہے۔“ (نمبر ا کرنتھیوں، ۱۲:۶)